پژوهشگاه بین المللی المصطفی
جامعه المصطفی العالمیه
تأسیس ۱۳۸۵

مرکز جهانی علوم اسلامی

مدرسه عالی فقه و معارف اسلامی

پایان نامه کارشناسی ارشد

رشته فقه و معارف اسلامی

عنوان:

ترجمه کتاب "تاریخ سیاسی اسلام (سیرهٔ رسول خدا ص)"

تالیف استاد رسول جعفریان دام ظله

بزبان اردو

"سیرت رسول خدا ص"

استاد راهنما:

حجة الاسلام کلب صادق اسدی دام ظله

استاد مشاور:

حجة الاسلام سید کمیل اصغر زیدی دام ظله

دانش پژوه

طارق حبیب

سال ۱۳۸٤

کتابخانه جامع جامعة المصطفی العالمیه
شماره ثبت: ۲۲۵۲
تاریخ ثبت:

انتساب

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو پیغمبر اکرمؐ، سید المرسلین، خاتم النبیین،

حضرت محمد مصطفیٰؐ

کی بارگاہ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد...

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم الله الرحمن الرحیم

چکیدهٔ مطالب

در این کتاب مولف محترم استاد رسول جعفریان تاریخ سیاسی اسلام را بعنوان سیرة رسول خداً تحقیق و بررسی نموده.

در مقدمه مفهوم جاهلیت بیان شده که از لحاظ زمانی و مکانی چهل سال قبل از بعثت رسول را دوره جاهلیت می گویند و قرآن مصادیقی که از نظر معیارهای قرآن غلط باشند کارهای جاهلی محسوب می کند بنا بر این روم و ایران آن روز گار هم جزو دنیای جاهلیت به شمار آورد.

در فصل اول اوضاع سیاسی واجتماعی جزیرة العرب بیان شده. در جزیرة العرب گروهی از مردم بر پایه نسبت خانوادگی مشترک به عنوان یک قبیله گرد آمده و منطقه حکومتی آنان منحصر به مکان بود که در آنجا زندگی بسر می کردند .

گاهی به اوضاع اجتماعی جزیرة العرب نشان می دهد که اکثریت ساکنان آن، در بادیه زندگی می کردند. پیدایش شهر یا به علت مرکزیت عبادی یا به دلیل مسیر کاروانهای تجارتی ایجاد شده است مکه نیز به جهت تقدس کعبه و قرار گرفتن در مسیر کاروانهای تجارتی وام القریٰ بودن به صورت شهر در آمده بود.

در فصل دوم اعتقادات دینی و شریعت عملی جزیرة العرب را ذکر نموده و گفته که مهمترین معتقدات در جزیرة العرب عبارت از شرک، یهودیت، نصرانیت و حنیفیت بود.

نخستین زمینه های حیات وحیانی رسول خداً در غار حرا آغاز شد و اصطلاحا اقامت رسول خداً در غار حرا را "تحنث" می گویند.

منابع سیره، تحول اسلام را از دو سوی مورد توجه قرار داده اند، یکی ترتیب اسلام آوردن صحابه و دوم مرحله ای کردن دعوت رسول خداً از یک مرحلهٔ سری و مخفی به دعوت آشکار و علنی.

رهبری رسول خداً طی بیست و سه سال تاثیر چشمگری در پیروزی اسلام بر شرک جاهلی داشته است. موقعیت رسول خداً از جهت اجتماعی و قبیله ای، موقعیتی ممتاز بوده است.

پیشینهٔ رسول خداً در مکه برای قریشیان امری شناخته شده بود. آنحضرتً از آغاز جوانی به خصلت های اخلاقی نیکو شهرت داشته اند. مردم او را در اختلافات خویش حکم

تقدیر و تشکر

من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق

با تشکر و قدردانی از مسئولین محترم مرکز جهانی علوم اسلامی حوزه علمیه قم که طلاب را به تدوین پایان نامه ، زمینه پژوهش و قلم زدن را فراهم نمود و با سپاس گذاری از لطف استاد راهنما حجة الاسلام و المسلمین کلب صادق اسدی که در مرحله ترجمه این کتاب از راهنمائی و هدایت معظم له بهره گرفتیم همچنان ممنون و سپاس گذارم از مشورتهای علمی و گران مایه استاد مشاور حجة الاسلام جناب سید کمیل اصغر زیدی که دایم از مشورتهای ایشان بر خورداریم و از خدا وند متعال توفق مزیده آنان را در افاضه علم و دانش و ادامهٔ راهنمائیهاو مشاوره های علمی برای شاگردان مکتب امام صادق علیه السلام خواستاریم.

طارق حبیب

فہرست کتاب

دورِ جاہلیت

مقدمہ ۱

جاہلیت کا مفہوم ۱

پہلی فصل

سیاسی اور اجتماعی حالات

عربوں کے سیاسی حالات ۶

قبیلہ کی تشکیل ۹

شہری اور صحرائی زندگی ۲۱

قبیلوں کے سیاسی معاہدے ۲۷

قبیلوں کی جنگیں ۳۲

قبیلۂ قریش ۳۵

قریش کی شہرت ۳۸

قرار می دادند.

در فصل سوم درباره فرهنگ و دانش در جاهلیت بررسی شده فرهنگ جاهلیت فاقد روح تفکر و عمدتاً مشتی آداب و عادات متعصبانهٔ عربی بود.

برای خلق و خوی رسول خداً می باید سهمی اساسی در کار نشر دعوت او در نظر گرفته شود. صراحت قرآن بهترین شاهد این امر است: که تو راست خلقی عظیم (انک لعلی خلق عظیم).

با آشکار شدن پیام اصلی پیامبر در توحید و عدم تائید بتها وحتی نکوهشی سخت از بت پرستی، روابط مشرکان با اصحاب رسول خداً و خود آن حضرت تیره گردید.

یکی از روشای مشرکان در برخورد با رسول خداً برخوردهای استهزائی در جهت ایذا و ازیت آن حضرت بود. آنحضرتً را ساحر، مجنون و شاعر متهم می کردند. مشرکین اصحابش را آزارهای جسمی می دادند که از پیغام توحیدی دست بردارند.

در تمام دوران بعثت مهمترین ابزار رسول خداً در برابر مشرکان آیات قرآن بوده است. تاثیر قرآن در میان مردم از جهات مختلفی قابل بررسی است.

کیفیت نزول قرآن تدریجی و آیاتی در ارتباط با رخدادهای در جامعه جاهلی خیلی تاثیر گذار بود.

تمجید قرآن از علم و آگاهی و بکار بردن مفاهیم گسترده ای نشانی است بر حرکت گستردهٔ قرآن در برابر جمود فکری جاهلی.

مشرکین در برابر اسلام توجیهاتی برای مخالفت خویش داشتند چون اسلام بر توحید اصرار داشته و نفی تمامی معبودهای می کرد این سخنی تازه ای برای مشرکین بوده لذا آنها شگفت زده می شدند. غلبه اسلام بر جزیرة العرب موجب دست دادن سروری عرب می شد. رقابت طوائف قریش با بنی هاشم سبب شد که انها پیغام توحیدی را قبول نکنند.

مشرکین مسلمانان ضعیف را انقدر می زدند و تشنگی و گرسنگی می دادند که توان نشستن نداشتند و بعضی ها را حبس می کردند.

جدی بودن تهدید مشرکان سبب شد تا رسول خداً برای نجات جان و ایمان مومنان اندیشهٔ دیگری کنند که همان هجرت به حبشه بود.

زمانی قریش در یا فتند که تلاشهای انان در محدود کردن رسول خداً ناموفق بوده در صدد کشتن آنحضرتً بر آمدند. و باطرد کردن خواستهای قریش از طرف حضرت ابو طالب آنها تصمیم گرفتند تا پیوندهای اقتصادی و خانوادگی با بنی هاشم قطع کنند در شعب ابی طالب بنی هاشم را در محاصر در آوردند.

لکھنا پڑھنا ۹۶
شاعری وخطابت ۱۰۴
علم الانساب ۱۱۳
علم تاریخ ۱۱۷
عربوں کے درمیان اہل کتاب کی ثقافت ۱۱۹

آغاز اسلام

آغاز وحی ۱۲۲
اسلام کی نشر واشاعت کے ابتدائی اقدامات ۱۳۹
حضرت رسول خداؐ کا تاریخی کردار ۱۵۸
رسول خداؐ کے خلاف مشرکوں کی سازشیں ۱۹۱
قرآن مجید کا تاریخی کردار ۲۲۴
قرآنی آیات کی تاثیر ۲۲۴
قرآن مجید کے تدریجی نزول کا تاریخی اثر ۲۳۴
قرآن مجید کی جاہلانہ فکری جمود سے جنگ ۲۳۸
کمزوروں کا دفاع ۲۴۶
مشرکین کا قرآن مجید سے مقابلہ ۲۴۸
اسلام کی دعوت کے مراحل ۲۵۹
فکری اور اعتقادی خلاء ۲۷۶

دوسری فصل

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دین وشریعت

جزیرۃ العرب میں دین وشریعت کی تاریخ ۴۶

دین ابراہیمؑ ۵۴

دین حنیف ۵۷

جزیرۃ العرب میں شرک ۶۱

خدا کے شریک ۶۷

مشرکین اور قیامت ۷۰

کعبہ، دین اور لوگوں کی معیشت ۷۲

عربوں کی شریعت ۷۶

مشرکین عرب کے درمیان دینی عقائد کا معیار ۸۰

جزیرۃ العرب میں یہودیت ۸۴

جزیرۃ العرب میں عیسائیت ۹۱

تیسری فصل

زمانہ جاہلیت میں تعلیم وثقافت

تعلیم وثقافت ۹۵

مکہ کی مرکزیت ۲۸۲
دور جاہلیت میں عربوں کے اخلاق پر ایک نظر ۲۸۸

اسلام پر قریش کا دباؤ

مشرکین اور اسلام کی مخالفت ۲۹۲
مشرکین کی ایذا رسانیوں پر مسلمانوں کا ردعمل ۳۱۴
ہجرت حبشہ ۳۲۲
غرانیق کا قصہ ۳۳۷
شعب ابوطالب ۳۴۵

❀❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

جاہلیت کا مفہوم

سب سے پہلے لازم ہے کہ ہم جاہلیت کے عہد اور اس کے علاقہ کو بیان کریں اور پھر اس کی خصوصیات سے بحث کریں۔ زمانہ کے اعتبار سے حضرت رسول خداؐ کی بعثت سے ڈیڑھ سو یا (تقریباً) دو سو سال پہلے کے زمانہ کو دور جاہلیت کہتے ہیں۔ (۱) لیکن اس دور کے حوادث کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات وحوادث کو قبول کیا جا سکتا ہے جو بعثت سے چالیس سال قبل رونما ہوئے تھے اور بعثت سے تقریباً دو سو سال قبل جو اشعار اور واقعات نقل ہوئے ہیں ان کے صحیح ہونے کا بہت کم احتمال ہے۔ تاریخ عرب میں دو سو سال سے بھی پہلے کا جو واقعہ ملتا ہے کہ جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کا حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو مکہ کی بنجر زمین (۲) میں چھوڑ آنا ہے۔ (۳) اس دور کے بارے

لتقریبا عام الفیل یعنی بعثت سے چالیس سال قبل رونما ہوئے تھے

(۱) تاریخ الادب العربی، العصر الجاہلی ص ۳۸، اسلامی تاریخ میں (اسلام سے پہلے) (عہد جاہلیت کے جو واقعات) جو روایات ہیں وہ اسلام سے ڈیڑھ سو سال پہلے کی تاریخ بیان کرتی ہیں۔ تک: المفصل، ج ۱ ص ۴۳

(۲) ابراہیم ۳۷

(۳) اصحاب اخدود کی طرف اشارہ بھی جنوب کے مسیحی عربوں کی طرف ہے۔

اصحاب اخدود کے علاوہ مشرق کے عیسائی عربوں کی طرف بھی اشارہ رہا ہے

میں موجودہ توریت میں بھی کچھ اشارے موجود ہیں لیکن ان پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

علاقے کے اعتبار سے وہ خطہ جسے جاہلیت کا نام دیا گیا ہے وہ معین نہیں ہے چنانچہ پہلی دفعہ قرآن مجید نے بعثت سے پہلے کے زمانے کو جاہلیت کا نام دیا ہے لیکن اس کے لئے کوئی خاص خطہ بیان نہیں کیا ہے قرآن مجید کے نزدیک ہر وہ کام جو قرآنی معیار کے مطابق نہ ہو ایک جاہلانہ کام ہے اس بنا پر روم اور ایران بھی جاہل دنیا میں شمار کئے جائیں گے جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے۔ لیکن ہم اپنی تحقیق کو جزیرۃ العرب اور خصوصاً مکہ و مدینہ تک محدود رکھیں گے کیونکہ ہماری تحقیقات اسلام کی سیاسی تاریخ سے متعلق ہیں اور ہمارا مقصد اس عہد میں اسلام اور آنحضرتؐ کے طرز عمل کو جاننا ہے۔

جزیرۃ العرب ابتدائے اسلام میں جاہلیت کا مرکز شمار ہوتا تھا لفظ جاہلیت کو لفظ جہل سے لیا گیا ہے لیکن یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ جاہلیت کا مفہوم اس جہالت کے معنی میں ہے جو علم و دانش کے مقابلہ میں آتا ہے۔ اس اصطلاحی لفظ کی شناخت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے استعمال کے مقامات کو جانا جائے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پہلی بار لفظ جاہلیت قرآن مجید میں آیا ہے اس لئے ہم اس کے استعمال کے مقامات کو قرآن مجید میں دیکھتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیات میں جاہلیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

﴿و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ﴾ (۱)

ترجمہ: ''اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور پہلی جاہلیت جیسا بناؤ سنگار مت کرو''۔

دوسری آیت میں آیا ہے:

﴿یظنون بالله غیر الحق ظن الجاهلية﴾ (۲)

(۱) احزاب ۳۳ (۲) آل عمران ۱۵۴

ترجمہ: ''ان کے ذہنوں میں خلاف حق جاہلیت والے خیالات تھے۔''

ایک اور مقام پر آیا ہے:

﴿افحکم الجاھلیة یبغون و من احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون﴾ (۱)

ترجمہ: ''کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جبکہ صاحبان یقین کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

﴿اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیة حمیة الجاھلیة﴾ (۲)

ترجمہ: ''یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار نے اپنے دلوں میں زمانہ جاہلیت جیسی ضد قرار دے لی تھی۔

مذکورہ آیات میں لفظ جاہلیت کے استعمال سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق جو کام اسلام کے معیار پر پورے نہیں اترتے ان کو جاہلیت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ہر اس عقیدہ اور عمل کو باطل قرار دیا ہے جو جہالت پر مبنی ہو۔ اسی طرح قبائلی تعصب اور ضد کو جاہلانہ تعصب کا نام دیا ہے۔

نہج البلاغة میں بھی لفظ جہالت اور جاہلیت استعمال ہوا ہے۔

ایک مقام پر حضرت علیؑ ان لوگوں کو بنی امیہ کی جہالت سے خبردار کرتے ہیں جو ہدایت کے چراغ اور علم وفکر کے نور سے عاری ہیں۔ (۳) دوسری جگہ لوگوں کو ایسے رہبروں کی اطاعت سے منع کیا ہے جو تعصب، فتنہ، تلوار اور زمانہ جاہلیت کے قوانین پر فخر کرتے

(۱) مائدة ۵۰ (۲) فتح ۲۶

(۳) نہج البلاغة، خطبہ ۹۳، ص ۱۳۸

ہیں۔(۱) اور لوگوں کو ایسی جہالت سے روکا ہے جو خدا اور دین کے بارے میں فکر کرنے سے منع کرے۔(۲)

ان چیزوں سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ وہ اعمال وافکار جو جہالت اور نادانی سے پیدا ہوں اور قرآن مجید کے معیار پر پورا نہ اتریں وہ جاہلانہ افکار واعمال شمار ہوتے ہیں۔

بلاشر کے نزدیک اسلام نے عرب کی تمام نفسیاتی خصوصیات مثلاً جنگی مزاج، عربی جذبات، انتقام میں سنگ دلی، شراب خوری، قمار بازی اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو جہالت کی خصوصیات قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر جواد علی کی نظر میں سفاہت، حماقت، حقارت، غصہ اور اسلام کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا جاہلیت کہلاتا ہے۔(۳) احمد امین کا بھی یہی خیال ہے۔(۴)

بعض مصنفین نے جاہلیت کو ''جہل'' کے مصدر سے لیا ہے اور اسے علم و دانش کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ لفظ علم و دانش کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے جس علم و دانش کا پیغمبرؐ نے وعدہ کیا ہے۔(۵) لیکن قرآن مجید میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ علم و دانش کے مقابلے میں نہیں ہے اگر چہ ہمارا مقصد زمانہ جاہلیت میں علم و دانش کو ثابت کرنا نہیں لیکن پھر بھی ہم بعد میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے کہ عرب علم و دانش کے اعتبار سے پستی کا شکار تھے۔ لغت کی کتابیں بھی جاہلیت کے وہی معنی بیان کرتی ہیں جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) خطبہ ۱۹۱، ص ۲۸۹

(۲) خطبہ ۱۶۶، ص ۲۴۰

(۳) تاریخ الادب الاعربی، بلاشر، ج ۱ ص ۴۷

(۴) المفصل ج ۱ ص ۴۰

(۵) فجر الاسلام ص ۷۰، و نک: العصر الجاہلی، ج ۱ ص ۳۹

(۵) تاریخ الادب العربی، بلاشربہ (نقل از گلدزیھر) ص ۴۷، المفصل ج ۱ ص ۴۰

قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ لوگ خدا، پیغمبر اور آسمانی شریعت سے جاہل تھے اپنے آباء اجداد پر فخر کرتے تھے اور غرور تکبر کی زندگی بسر کرتے تھے ایسے ہی افراد کو جاہل کہا جاتا ہے۔(۱)

ایک دوسرے مصنف نے لکھا ہے کہ ''جہل'' یعنی علم کے مخالف چیز کو جہل کہتے ہیں، چاہے معارف الٰہی کے مخالف ہو یا ظاہری علوم کے خلاف ہو یا انفرادی ذمہ داریوں کے مخالف ہو اس کو جہل کہا جاتا ہے۔(۲) مختصر طور پر اس لفظ کے سلسلہ میں یہ کہا جائے کہ ہر کام جو درست نہ ہو، چاہے وہ جہالت کی بنا پر ہو یا انسانی اعضاء پر عقل کی حکمرانی نہ ہونے کے نتیجہ میں ہو ہم اس کام کو جاہلانہ عمل کہیں گے۔ جس لفظ کے لئے ہماری زبان میں ''نافہمی'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی یہ لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو علم کے بغیر کوئی کام انجام دیتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ اس شخص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو اپنے اوپر قابو نہ رکھتا ہو۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ عرب کی جاہلیت بیان کرنے کے لئے یہ آیت کافی ہے۔(۳)

﴿قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علم و حرموا ما رزقھم اللہ افترائاً علیٰ اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین﴾(۴)

ترجمہ: ''یقیناً وہ لوگ خسارہ میں ہیں جنہوں نے حماقت میں بغیر جانے بوجھے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق خدا نے انہیں دیا ہے اسے اسی پر بہتان لگا کر اپنے اوپر حرام کرلیا۔ یہ سب بہک گئے ہیں اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔''

(۱) نک: لسان العرب و مجمع البحرین ذیل مورد ''جہل''

(۲) التحقیق فی کلمات القرآن، ج ۲ ص ۲۰

(۳) بلوغ الارب ص ۲۰

(۴) سورہ انعام ۱۴۰

پہلی فصل

سیاسی حالات

سیاسی اور اجتماعی حالات

عرب کے اندرونی اور بیرونی روابط کا جائزہ

عربوں کے سیاسی حالات

جزیرۃ العرب کے بدوؤں کی زندگی پر نظر ڈالیں تو اس دور کے ایران اور روم کے لوگوں اور بدوؤں کے طرز زندگی میں واضح فرق نظر آئے گا۔ اس زمانہ میں ایران ساسانیوں اور روم قیصروں کی حکومت کا مرکز تھا ایک ایسی حکومت جو قانون گذاری اور قانون پر عمل درآمد کرانے کے اعتبار سے معاشرے کے تمام حصوں پر غالب تھی اور حکومت کے تمام علاقے ایک فوجی نظام کے زیر اثر تھے۔ ادھر جزیرۃ العرب کی حالت یہ تھی کہ جہاں ہر خطہ میں لوگوں کا ایک گروہ رشتہ داری کی بنیاد پر ایک قبیلہ کے عنوان سے جمع تھا وہاں ہر قبیلہ کا حکومتی علاقہ وہی تھا جسے انہوں نے زندگی بسر کرنے کے لئے منتخب کیا ہوا تھا۔ ان کا رہن سہن اپنے قبیلہ سے تعلق تھا اور انہیں دوسرے قبیلوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس طرح کا طرز زندگی عربوں کے درمیان انتشار اور افتراق کی علامت بن چکی تھی اور ایک ایسا انتشار کہ جو عرب بدوؤں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا تھا اور جو جزیرۃ العرب میں مرکزی حکومت کی تشکیل میں رکاوٹ تھا اختلافات کا وجود ایک منظم قانون کے نہ ہونے کو ظاہر کرتا تھا اور یہ اختلافات مختلف گروہوں

کے درمیان ایک جیسے طور طریقے نہ ہونے اور قبیلوں کے درمیان باہمی تعلقات کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ان عوامل کو سمجھیں کہ جو اعراب کی اجتماعی زندگی میں تفرقہ اور انتشار پیدا کرنے کا سبب بنے۔ اس لئے ضروری ہے کہ گہری نظر سے ان کے طرز تفکر، ان کے ثقافتی، جغرافیائی اور اقتصادی حالات کا مطالعہ کریں اور اس اختلاف کے اسباب کو تلاش کریں۔

ابتداء میں کہا جائے کہ ایک امت کے اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ثقافت کے مشترک نکات کو جمع کیا جائے تاکہ انہیں ایک فکر و نظر اور ایک مقصد پر متحد کیا جائے۔ یہ طرز فکر عربوں میں نہیں پایا جاتا تھا ان کے سامنے ایک ہدف و مقصد کا وجود نہیں تھا کعبہ میں ہر قبیلہ کا اپنا بت تھا بلکہ گھروں مین بھی ان کے مخصوص بت تھے(۱) اس لحاظ سے ان کے لئے ایک خدا کا وجود کوئی مفہوم نہیں رکھتا تھا۔ بنابراین ان کے درمیان تفرقہ اور انتشار کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی اور ان میں شخصیت پرستی اور اپنے آپ میں مگن رہنے کا جذبہ حاکم تھا۔(۲)

ثقافتی عوامل کے علاوہ اگر اقتصادی اور جغرافیائی عوامل کی طرف توجہ کریں تو جزیرۃ العرب کے جغرافیائی حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رہائش کے علاقے ایک دوسرے سے بہت دور تھے، محدود علاقہ میں انسانی زندگی ممکن تھی عرب ایک دوسرے سے دور تھے باہمی رابطہ کا فقدان تھا عرب کا زیادہ تر علاقہ خشک و بنجر تھا جو عربوں کے درمیان انتشار کا اہم سبب بنا تھا دوسری طرف جزیرہ کے اقتصادی وسائل محدود نظر آتے ہیں یہ محدودیت اپنے ساتھ تفرقہ و انتشار جیسے مسائل کو بھی جنم دیتی ہے کیونکہ ثقافت سے عاری بدو جب محدود وسائل پر قبضہ کر لیتے تو جنگ سے اجتناب ممکن نہیں تھا۔ ہر گروہ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ

معلوم

(۱) المغازی ج۲ص۸۷۱

(۲) المفصل، ج۱ص۲۸۳، تاریخ الارب العربی، بلاشرص۳۷

ایسے علاقے تک رسائی حاصل کرے جہاں حیوانات کے لئے چارہ فراوان ہو، تاکہ جتنا ہو سکے بہتر زندگی بسر کی جائے۔ چراگاہوں کی قلت کی وجہ سے اگر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے چراگاہ کے لینے پر قادر ہوتا تھا تو وہ اسے چھین لیتا تھا۔ دوسرے قبیلہ کے لئے جنگ یا ہجرت کے علاوہ اس کے سامنے کوئی اور راستہ نہیں ہوتا تھا۔(۱) بنا برایں زندگی کے بنیادی وسائل کی کمی کی وجہ سے مرکزی حکومت کا نام ونشان تک نہیں تھا کیونکہ لوگوں میں خود پرستی کا جذبہ بڑی شدت کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ قبائل اپنے افراد کے لئے وسائل زندگی کو تلاش کرنے کی فکر میں رہتے تھے یہ مسئلہ بھی ان کے درمیان انتشار کا سبب بنا اس سلسلہ میں انتشار کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

بیرونی اعتبار سے اعراب چونکہ دیہات کی زندگی گذارتے تھے لہذا وہ کسی کے ماتحت رہنا برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے ہمسایہ ممالک ان پر مسلط ہونے کی فکر نہیں کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ شام وعراق کے خانہ بدوش عربوں کے بارے میں ہمسایہ حکومتوں کے لئے دو مسئلے اہم تھے ایک تو یہ کہ ان کی غارتگری کے حملوں سے بچاؤ کی فکر کرنا، اور دوسرا سیاسی طاقتوں کے حملوں کو روکنے کے لئے ان سے فائدہ اٹھانا۔ ایرانی رومیوں کے خلاف ان کو استعمال کرتے تھے اور رومی ایرانیوں کے خلاف انہیں ڈھال بناتے تھے۔

ڈاکٹر جواد علی اور دوسرے محققین نے اس بارے میں مفید معلومات بیان کی ہیں۔(۲) یہ مسائل تو عراق اور شام کے عربوں کے بارے میں تھے۔ حجاز کی زمین میں ساکن عربوں پر تسلط قائم کرنے کے لئے رومیوں نے کئی طرح کی کوششیں کیں لیکن وہ اتنی وسیع پیمانہ پر نہیں تھیں۔

---

(۱) المفصل ج ۱ ص ۲۷۴

(۲) المفصل ج ۱ ص ۵۵۰، ج ۲ ص ۶۵۰، ۶۲۰، ۴۰، الامویون والبیزنطیون ص ۷۔۵

پیغمبر اکرمؐ کے مقابلے میں خسرو پرویز کا ایک اقدام تاریخ میں نظر آتا ہے کہ اس نے یمن کے حاکم ''بازان'' سے کہا کہ کسی کو پیغمبرؐ کا سر لانے کے لئے مکہ روانہ کرو۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے مکہ کے ماحول سے آگاہی نہیں تھی یا پھر وہاں کے لوگوں کو بے حمیت وحقیر شمار کرتا تھا۔ البتہ حجاز کے عربوں نے اپنے ہمسایوں سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے کہ اپنے مقام پر اس کا ذکر بھی ہوگا۔

قبیلہ کی تشکیل

ایسا ماحول جہاں خاندانی خصوصیت وحیثیت صحرا کی دشواریوں، معاش کے حصول اور چراگاہ پر قبضہ کے لئے جنگ وجدال کا برپا ہونا قبائلی زندگی کا لازمہ تھا۔ وہاں ہر ایک عرب کے لئے موزوں اور مناسب یہی تھا کہ وہ قبائلی زندگی گذارے، تاکہ قبیلہ کے ساتھ مل جل کر بہت سی مشکلات کا مقابلہ کر سکے۔ ایسی صورت میں کیا بیگانوں کے ساتھ اتحاد ممکن تھا۔؟! کیا ہر ایک پر اعتماد کیا جا سکتا تھا؟ عرب ہر خطرہ کو دور کرنے کے لئے ایسی وحدت کو برقرار رکھتے تھے جس میں افراد نسب کی لڑائی میں پروئے ہوئے ہوتے تھے ظاہر ہے خون بھی ایک ہی ہوتا تھا۔ ایسی متحد ملت جو رشتہ داری کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہو اور جس کے آباؤاجداد مشترک ہوں اور تمام لوگ باہم زندگی گذارتے ہوں تو ایسی متحد ملت کو قبیلہ کا نام دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ لوگوں کے مفادات قبیلہ کے مفادات سے وابستہ ہوتے تھے، جہاں اپنا دفاع ضروری ہے وہاں قبیلہ کی حفاظت بھی ضروری ہے کیونکہ قبیلہ کی تباہی اپنی نابودی کا سبب بنتی ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ''عشیرۃ الرجل خیر للرجل من الرجل للعشیرۃ'' ''ہر شخص کو خاندان سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے جبکہ خاندان کو اس کے وجود سے کم

فائدہ پہنچتا ہے۔"(۱) قبیلہ کی صورت میں مشکلات افراد میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔اس لئے قبیلہ میں رہتے ہوئے کم مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایران کے کسریٰ نے حیرہ کے بادشاہ نعمان سے سوال کیا کہ عرب ایک نظام کے تحت کسی حکومت کے قابو میں کیوں نہیں آتے؟ تو اس نے جواب دیا کہ دوسری قومیں اپنے اندر کمزوری کا احساس کرتی ہیں اور دشمن کے حملے سے ڈرتی ہیں اس لئے اپنے معاملات ایک خاندان کے سپرد کر دیتی ہیں، لیکن عرب میں ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میں بادشاہ بن جاوں اسی لئے وہ ٹیکس دینے سے نفرت کرتے ہیں (۲) اور خراج دینے کو عیب سمجھتے ہیں۔اسی وجہ سے شخص پرستی قبیلہ پرستی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ہر شخص اپنے قبیلہ کے لئے فداکاری کرنے پر تیار دکھائی دیتا ہے۔(۳) دراصل متعدد افراد کا ایک ہی خون سے ہونا قبیلہ کی بنیاد اور قوام ہے۔(۴)

یہی وجہ ہے کہ عربوں میں حسب نسب کی اس حد تک اہمیت ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کے قبیلہ کے اعتبار سے اہمیت دیتے ہیں اس لئے ہر فرد اپنی حفاظت کے لئے اپنے نسب کو یاد رکھنے پر مجبور ہے۔(۵) جس قبیلہ کے افراد زیادہ ہوتے اس کی عزت وعظمت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ افراد کی تعداد زیادہ ہونے سے اس قبیلہ کی افرادی قوت وقدرت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔زمانہ جاہلیت میں اپنے قبیلہ کے افراد کی تعداد پر فخر کرنا اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ قرآن مجید میں سورہ تکاثر کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مشرکین اپنے مردوں کو بھی

(۱) العقد الفرید، ج ۲ ص ۳۶۶، منتخب کنز العمال، مسند احمد، ج ۱ ص ۴۵۱ کے حاشیہ میں نقل از نہج السعادۃ ج ۳ ص ۱۴۶

(۲) بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۵۰

(۳) تاریخ الادب العربی، بلاشرج ۱ ص ۳۷

(۴) المفصل ج ۴ ص ۳۱۵

(۵) بلوغ الارب، ج ۱ ص ۱۴۰